عمیرہ شاہ

# برعظیم پاک و ہند میں سامانِ تحریر کی تیاری
# البیرونی کے مشاہدات کی روشنی میں

تہذیب انسانی کے آغاز ہی میں اس بات کی ضرورت محسوس کر لی گئی تھی کہ افکار و خیالات کو آئندہ نسلوں تک محفوظ کرنے کے لیے سامانِ تحریر کا ہونا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے ابتدا میں انسان نے جن چیزوں کو تحریر کے لیے استعمال کیا وہ پتھر، اینٹ، دھات اور مٹی کے برتن تھے، جن پر حروف، تصاویر، تحریر یا ہندسوں کو کندہ اور ثبت کیا جاتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں ترمیم اور اضافہ ہوتا رہا۔ بعد میں تحریر کے لیے نرم سامان، مصری قرطاس، چمڑا، چوبی تختیاں، بھوج پتر، ریشمی سوتی کپڑا، چرمی کاغذ اور کاغذ استعمال کیا جانے لگا۔ سخت سامان پر تحریر کو کندہ اور ثبت کرنے کے لیے تیز اور نوکیلے اوزار استعمال کیے جاتے تھے جبکہ نرم سامان پر چاک اور نرسل کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ یہ سامان برعظیم پاک و ہند میں بھی تحریر کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ البیرونی (۹۷۲ – ۱۰۴۳) گیارھویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی کے ہمراہ آیا اور یہاں کے حالات میں اپنی مشہور تصنیف "کتاب الہند" لکھی جو آج بھی برعظیم پاک و ہند کے قدیم تمدن اور علوم کی بحث میں مستند مانی جاتی ہے۔ البیرونی نے "کتاب الہند" میں برعظیم میں مروج سامان تحریر کا ذکر کیا ہے۔

برعظیم کے ویدی دور میں علم زبانی تدریس سے پھیلا۔ اس دور میں لکھنا پڑھنا کوئی نہ جانتا تھا۔ تحریر کی دریافت کے بعد علم کی زبانی اشاعت کی جگہ رفتہ رفتہ تحریری دستاویزات نے لے لی اور پھر انہی کا رواج ہو گیا۔

قدیم تاریخ کا ماخذ وہ کتبات ہیں جو پتھر یا دھات پر کندہ ملے ہیں۔ ونسنٹ سمتھ لکھتا ہے۔

"قدیم ہندوستان کے وہ کتبات جو بالعموم پتھر یا دھات پر کندہ ملے ہیں، بادشاہوں یا حکام کی سرکاری تحریریں ہیں اور یا مختلف وجوہ سے لوگوں نے خانگی طور پر انہیں کندہ کرا دیا ہے۔ سنگی کتبے زیادہ تر کسی عمارت کی تعمیر یا کسی بت کے نصب کیے

جانے کی اور یا کسی خاص واقعے کی یادگار میں کندہ کیے گئے ہیں، اور اس دوسری قسم کی یادگاروں میں کسی سیاح کے مختصر نام سے لے کر سنسکرت کے طویل قصائد تک، مختلف تحریریں کندہ کی ہوئی ملی ہیں۔ یہ قصیدے جن میں فتح مند بادشاہوں کی فتوحات کا بیان کیا گیا ہے "پرستی" کہلاتے ہیں۔

دھات کے کتبوں میں زیادہ تر وہ شاہی اسناد ہیں جو عطائے جاگیر کی تصدیق میں تانبے پر کھدوادی گئی تھیں۔ ان میں سے بعض (خاص کر دکن میں) بہت طویل ہیں۔[1]

البیرونی نے مندرجہ ذیل سامان تحریر کا ذکر کیا ہے

## چوبی تختیاں

برعظیم میں تقریباً ۵۰۰ ق۔م تحریر کے لیے جو چوبی تختی استعمال کی جاتی تھی پھیلاکا (PHALAKA)[2] کہلاتی تھی۔ اس پر چاک سے لکھا جاتا تھا۔ یہ طریقہ تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ساتویں صدی عیسوی کے آغاز سے لفظ PATI (پٹی) سنسکرت ادب میں رائج ہوگیا جس کے معنی تختی کے ہیں۔ البیرونی تحریر کرتا ہے:

"لڑکوں کے لیے مکتب کی تختیوں کو سیاہ رنگواتے ہیں اور اس کے عرض میں نہیں لکھتے بلکہ طول میں سفیدی سے بائیں طرف سے دائیں طرف لکھتے ہیں"[3]

ہندو ریاضی میں PATI[4] کی اصطلاح تختی کے لیے مستعمل ہے۔ کاغذ چونکہ کم یاب تھا، اس لیے بالعموم چوبی

---

1. V.A. SMITH. THE EARLY HISTORY OF INDIA (OXFORD: OXFORD UNIVERSITY, 1904) 13
2. JOHANN GEORG BUHLER. INDIAN PALEOGRAPHY TR. BY JOHN FAITHFULLY FLEET (PUBLISHED AS AN APPENDIX TO THE INDIAN ANTIQUARY, XXXIII, 1904) 93.
3. البیرونی۔ کتاب الہند، ۱۸۔ مترجمہ سید اصغر علی (دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۱ء)، ۲۲۳
4. B.B. DATTA. HISTORY OF HINDU MATHEMATICS V.1. (LAHORE: MOTILAL BANARSI DAS, 1935) 124.

تختی استعمال کی جاتی تھی۔

## بھوج پتر

درخت کی اندرونی چھال تحریر کے لیے مقبول عام تھی، خصوصاً شمال مغربی ہند میں۔ اس پر نرسل کے قلم اور ایک خاص قسم کی سیاہی سے لکھا جاتا تھا۔ یہ درخت ہمالیائی خطے میں بکثرت پایا جاتا تھا،[۵۵] جہاں سے یہ برعظیم کے دوسرے حصوں میں پھیلا۔ سنسکرت کی ابتدائی کتابوں میں یہ چھال ہاتھی کی کھال کی طرح داغدار بیان کی گئی ہے۔

البیرونی "کتاب الہند" میں اس کی تیاری کا طریقہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"وسط اور شمال ہند میں درخت" توز" کی چھال استعمال کرتے ہیں، جس کی ایک قسم سے کمانوں کی غلاف بنائی جاتی ہے، اس کو "بھوج" کہتے ہیں۔ یہ ایک ہاتھ لانبی اور پھیلی ہوئی انگلیوں کے برابر یا اس سے کم چوڑی ہوتی ہے۔ اس کو کسی طریقے سے مثلاً تیل لگا کر اور صیقل کر کے سخت اور چکنا کر لیتے ہیں اور اس پر لکھتے ہیں۔"[۵۶]

مندرجہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ البیرونی بذات خود اس علاقے سے بخوبی واقف تھا جہاں یہ درخت بکثرت اگتا ہے۔ البیرونی ایسی چھالوں سے کتاب کی تیاری اس انداز میں بیان کرتا ہے۔

"یہ چھالیں متفرق ہوتی ہیں اور ان کی ترتیب ہندسوں سے معلوم ہوتی ہے۔ پوری کتاب کپڑے کے ایک ٹکڑے میں لپٹی ہوئی دو تختیوں کے درمیان جو کتاب کے برابر ہوتی ہیں، بندھی رہتی ہے۔ ان کتابوں کا نام پوتی (پوتھی) ہے۔ ان کے رسالے اور دوسرے اسباب بھی "توز" میں سما جاتے ہیں۔ (یعنی توز ہی پر لکھے جاتے ہیں)۔"[۵۷]

## تال پتر یا کھجور کے پتے

مخطوطات کے لیے کھجور کے پتے بکثرت استعمال کیے جاتے ہیں، بالخصوص جنوبی ہند میں۔ تحریر کے لیے کھجور کے پتوں کے استعمال کے متعلق البیرونی بیان کرتا ہے:

جنوبی ہندوستان میں کھجور اور ناریل کی قسم کا ایک پھلدار درخت ہوتا ہے جس کا پھل کھایا جاتا ہے۔ اس کا پتا ایک

---

۵۵ BUHLER. p. 92.

۵۶ البیرونی، ص ۲۲۴ - ۲۲۵

۵۷ ایضاً، ص ۲۲۵

ہاتھ لانبا اور بقدر تین باہم دگر ملی ہوئی انگلیوں کے چوڑا ہوتا ہے۔ اس کو تاری (تاڑ) کہتے ہیں اور اس پر لکھتے ہیں۔[۸]

مخطوطات کی تحریر کے لیے کھجور کے پتوں کو پہلے سکھایا جاتا، پانی میں ایک خاص وقت تک بھگویا یا ابالا جاتا اور پھر دوبارہ سکھایا جاتا تھا۔ اس کے بعد پتوں کو سیپ یا پتھر کے کسی ہموار ٹکڑے سے پالش کیا جاتا اور آخر کار مطلوبہ سائز کے ٹکڑوں میں کاٹ لیا جاتا تھا۔[۹] ڈیویدس اس کا طریقہ ذیل کے الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"بابل میں جس چیز پر ان علاماتِ تحریر کا پتا چلایا گیا وہ مٹی تھی، ہندوستان میں ان کی نشان دہی ایک آہنی کیل میں پتوں یا چھال کے ٹکڑوں بالخصوص صنوبر یا بید کی چھال پر کی گئی۔ سیاہی استعمال نہیں کی جاتی تھی، چنانچہ اس قسم کی کمزور چیزوں پر گھسیٹ تحریروں کا پڑھنا نہ صرف مشکل تھا بلکہ پتے اور چھال آسانی سے ٹوٹ پھوٹ جاتے تھے یا تباہ ہو جاتے تھے۔ بہت عرصہ بعد چھال کے بڑے بڑے ٹکڑے یا تاڑ کے پتے تیار کرنے کا ایسا طریقہ ایجاد کیا گیا کہ وہ تڑمڑ کر خراب نہ ہو سکیں اور کافی مدت بعد ایک سیاہی بنائی گئی جس کے استعمال کی ترکیب یہ تھی کہ پہلے ان تاڑ کے پتوں پر حرف کسی قدر کھرچ کر بنا دیے جاتے تھے اور پھر پتوں پر سیاہی پھیری جاتی تھی جو حرفوں میں خوب بیٹھ جاتی تھی اور اس طرح تحریریں آسانی سے پڑھی جا سکتی تھیں۔"[۱۰]

کم لمبائی کے پتوں کے درمیان میں ایک سوراخ کیا جاتا تھا جب کہ طویل پتوں کے دونوں سروں میں سوراخ کیے جاتے تھے۔ اس ضمن میں البیرونی رقم طراز ہے:

"پتوں کی یہ کتاب ایک دھاگے سے اس طرح بندھی ہوتی ہے کہ دھاگا پتوں کے بیچ کے سوراخوں میں گزرتا ہوا ہر پتے میں سما جاتا اور کتاب کو یک جا رکھتا ہے۔

[برعظیم کے لوگ] کتاب کا نام آخر میں غلطی سے لکھتے ہیں، ابتدائے کتاب میں نہیں لکھتے۔"[۱۱]

## چمڑا

جب ابتدائی اور وسطی زمانوں میں مغربی ایشیا اور یورپ میں چرمی کاغذ سامانِ تحریر کے لیے بالعموم استعمال ہوتا

---

۸۔ البیرونی، ص ۲۲۴

۹۔ BUHLER. p 94

۱۰۔ T. W. RHYS DAVIDS. BUDDHIST INDIA. (LONDON: T. FISHER 1903) 117-118.

۱۱۔ البیرونی، ص ۲۲۴-۲۲۳

تھا، برعظیم میں اس کا استعمال بہت کم تھا۔ اَلوِس[۱۲] کے مطابق کچھ بدھ کتابوں میں کھال کا ذکر سامانِ تحریر کی حیثیت سے ہوا ہے۔ اس ضمن میں البیرونی تحریر کرتا ہے :

" ہندوستانیوں کی عادت چمڑے پر لکھنے کی نہیں ہے جیسا قدیم زمانے کے یونانیوں کی تھی۔"[۱۳]

## کپڑا

برعظیم کے ازمنۂ قدیم میں سوتی کپڑا بھی سامان تحریر کی حیثیت سے استعمال ہوتا تھا۔ البیرونی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اسے راجگان کابل کے ایک نسب نامے کے متعلق بتایا گیا جو نگرکوٹ کے قلعے میں موجود ہے اور وہ دیبا (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) پر لکھا ہوا ہے۔[۱۴]

نیرکوس نے جو سکندر اعظم کے بحری بیڑے کا امیرالبحر تھا، پہلے پہل اس بات کا ذکر کیا کہ برعظیم کے لوگ تحریر کے لیے سوتی کپڑا استعمال کرتے تھے۔[۱۵] کپڑے پر گندم یا چاول کے گودے کی پتلی تہہ بچھا کر اسے ملائم کیا جاتا اور اس کے تمام مسام بند کر دیے جاتے۔ پھر اسے پتھر سے پالش کیا جاتا اور اس کے بعد اسے خشک کیا جاتا اور سیاہ روشنائی سے اس پر حروف تحریر کیے جاتے۔

## کاغذ

کاغذ، بحیثیت سامان تحریر کے، گیارھویں صدی سے قبل برعظیم میں بمشکل جانا جاتا تھا، کیونکہ کاغذ کے لیے کوئی سنسکرت لفظ میسر نہیں۔ یہ بالعموم خیال کیا جاتا ہے کہ چینیوں نے پہلی بار پہلی صدی عیسوی میں کاغذ ایجاد کیا اور بعدازاں اس کا استعمال دوسرے ممالک تک تیزی سے پھیل گیا۔ اس کے بارے میں "کتاب الہند" میں یہ معلومات ملتی ہیں۔

---

۱۲ BUHLER, p 95.

۱۳ البیرونی، ص ۲۲۳

۱۴ البیرونی، کتاب الہند، ج ۲ مترجمہ سید اصغر علی (دہلی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۲) - ۱۴۱-۱۴۲

۱۵ A.C. BURNELL. ELEMENTS OF SOUTH-INDIAN PALEOGRAPHY (VARANASI : INDOLOGICAL BOOK HOUSE 1968) 87

"کاغذ چین والوں کی ایجاد ہے۔ پہلے ایک چینی قیدی نے سمرقند میں کاغذ بنایا۔ پھر وہاں سے دوسرے شہروں میں بنایا جانے لگا اور ایک بڑی مشکل آسان ہو گئی۔"[۱۶]

---

[۱۶] البیرونی، ج ۱، ص ۲۲۴

---

(بقیہ ایک حدیث)

اسلامی تہذیب نکھرتی اور مسلمانوں کی صحیح ثقافت کا پتا چلتا ہے۔

جو لوگ ان اوصاف سے متصف ہیں، وہ یقیناً خوش خلق ہیں اور دنیا و آخرت میں قدر و منزلت کے حامل ہیں۔ حدیث میں انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے، جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہے۔